رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۳۵

قُل اِنَّ الفَضلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤتِیہِ مَن یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیمٌ

دین کی نصرت کیلئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰٓی اَن یَّبعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحمُودًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا
اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

الفضل

چندہ غیر ممالک سے
سات روپے

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا (الہام حضرت مسیح موعود)

فہرست مضامین

مدینۃ المسیح۔ زلزلہ در گور نظامی فگند ۱
نظم ۲
خواجہ حسن نظامی صاحب آخر اقرار کرنے پر مجبور ہوئے ۳
سالانہ جلسہ پر بیعت کرنے والوں کی فہرست ۸

جلد ۵ | ۱۹ جنوری ۱۹۱۸ء | شنبہ | مطابق ۵ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ | نمبر ۵۸

مدینۃ المسیح علیہ السلام

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کی طبیعت خدا کے فضل سے بالکل اچھی ہے۔ حضور کی خدمت میں ۱۷ جنوری کو ظہر کے قریب ۱۳ جنوری کا خطیب پیش ہوا۔ جس کا جواب آپ نے اسی روز بعد از نماز مغرب سنا دیا۔ اور ۱۹ جنوری کی ڈاک میں خواجہ حسن نظامی صاحب کو بذریعہ رجسٹری بھیج دیا گیا۔ یہ پرچہ کچھ زائد چھپوایا گیا ہے۔ احباب کو چاہیئے۔ کہ اپنے قرب وجوار کے سوتیوں میں اسے خوب تقسیم کریں قیمت فی پرچہ ایک پیسہ

دبدبۂ خسرویم شد بلند
زلزلہ در گور نظامی فگند

اللہ اکبر۔ وہ حسن نظامی جو مجھ کا جنازہ بھی نکلے تو اس شان و شوکت کا ہو ایسا انتشار پردازوں سے منہ مانگی داد لے۔ اب خدا کے اولوالعزم خلیفہ کے مقابل آکر ایسا عاجز ہوا ہے کہ وہ صفحے لکھنے سے رہ گیا اور خود اپنی کوتاہ قلمی کا معترف ہو گیا ہے۔ پہلے تو بہانے سے اپنی جان بچانا چاہا۔ مگر اعلان (باطنی) جہاد کرنے سے پہلے اپنی طاقت کا اندازہ کر لینا چاہیئے تھا۔ پہلے تو اجمیر میں بلاوا دیا اور ایک گھنٹہ میں جان قبض کر لینے کا ادعا باطل کیا لیکن جب ادھر سے جواب ملا تو اپنی جان کے لالے پڑ گئے بات رکھنے کے لئے کہدیا کہ تیرہ کی تیرہ شرطیں منظور لیکن جب ۶ جنوری کے الفضل میں زبردست جرح ہوئی۔ تو اب ۱۳ جنوری کے خطیب میں صاف کر دیا کہ خلاصہ عایہ ہر شہ میں ایک ہزار آدمی لاسکوں نہ پانچ ہزار روپیہ بطور ضمانت جمع کرا سکوں تو شرائط موقوف ہوں تو مباہلہ ہو حالانکہ یہی دو بڑی تمام شرطوں کی جان ہیں۔ حق کا خوف اسقدر غالب ہوا ہے کہ جو شرطیں مان لی تھیں۔ ان کو بھی بدلنا چاہا۔ مثلاً پہلے تو مان لیا تھا کہ مکان محفوظ ہو اور داخلہ بذریعہ ٹکٹ ہو مگر اب کہدیا کہ مباہلہ شاہی مسجد میں ہو مطلب یہ کہ فساد ہو جائے اور مباہلہ سے جان چھٹے۔ سات کروڑ مسلمانوں کے قائم مقام اور کئی نوابوں راجوں اور کروڑپتیوں کے پیر و مرشد کی یہ بے بسی ملاحظہ ہو اور ایک مدعی تصوف کی یہ عہد شکنی اور پیچیدہ بختی ملاحظہ ہو ؛

اب حضرت خلیفۃ المسیح نے محض اتمام حجت کے لئے ان دو شرطوں کو اور نرم کر دیا ہے کہ جلوا ہے اپنے ہر مرید کے اہل عیال ملا کر ایک ہزار کی تعداد پوری کر دو یہ بھی نہیں کر سکتے تو پانسو آدمی سہی۔ اور پانچ ہزار نقد جمع کرانے کی بجائے کسی اپنے مالدار مرید سے چک لکھوا کر ثالث کے حوالے کر دو۔ اور ایسا ہی ہم بھی کرینگے۔ یہ بھی نہ ہو تو قادیان اہل وعیال لیکر آ جاؤ۔ کرایہ وغیرہ اخراجات اور حفاظت و آرام کا انتظام ہمارے ذمہ۔ اگر اب بھی نظامی

نظم

مبارک

مندرجہ ذیل نظمیں جناب میر حامد شاہ صاحب نے سالانہ جلسہ پر سنائیں۔ ایڈیٹر

مبارک قادیان میں آنے والو!
یہاں سے خیر و برکت پانے والو!

یہ ہے ارض حرم ہندوستاں میں
ہجوم خلق کو دکھلانے والو

یہی ہے وقت لمّا یلحقوا کا
حدیث مصطفےٰ کو پانے والو

مرے احمدؑ مسیحا کا ہے دعویٰ
ذرا سمجھا دو اے سمجھانے والو

وہ کہتا ہے کہ ہوں از نسل فارس
بتا دو سب کو اے بتلانے والو

جو رجلؒ یا رجالؒ کا ہے فرمان
دکھاؤ سب کو اے دکھلانے والو

یہ فرمان محمدؐ مصطفےٰ ہے
غضب کرتے ہو اے جھٹلانے والو

یہ دانستہ ہے کیا دیدہ دلیری
ذرا شرماؤ اے شرمانے والو

وہ کہتا ہے بروز مصطفےٰ ہوں
خدا سے تم ڈرو بہکانے والو

جو کہتا ہے وہی کہد و خدارا
نہ گھبراؤ تم اے گھبرانے والو

نہیں یہ چیستان ہے نہ معما
کہاں ہو راست گو کہلانے والو

میرا آقا تو سلطان القلم ہے
نہ بدلو بات کو بدلانے والو

تم آؤ قادیان میں آ کے سمجھو
کدھر جاتے ہو بے راہ جانے والو

یہی مرکز ہے اب علم و عمل کا
چلو صدق عمل دکھلانے والو

یہاں ہوتی ہے اب تعلیم اسلام
سمجھ لو آ کے حق پھیلانے والو

ثریا سے یہاں ایمان اترا
چلو اے نور ایمان پانے والو

یہاں قائم ہیں ایسی درسگاہیں
نہ پاؤ گے جہاں میں جانے والو

مدرس ہیں یہاں ہمدرد اسلام
سنو اسلام کا غم کھانے والو

یہاں رہتا ہے محبوب الٰہی
دلوں میں نقش حب بٹھلانے والو

یہاں اب عاقبت محمود ہوگی
بہت سکھ پاؤ گے سکھ پانے والو

یہی ہے وقت اب امداد دیں کا
جو لائے ہو وہ لاؤ لانے والو

درنگ اب ست کرو اے اٹو جو ہے
اٹھو گتھی کو اے سلجھانے والو

زمانہ ورنہ نزدیک آ رہا ہے
بہت پچھتاؤ گے پچھتانے والو

بلائیں

بلائیں تجھ پہ کیوں دنیا نہ آئیں
بلائیں کیوں نہ ہیں تیری بلائیں

تری حالت بہت بگڑی ہوئی ہے
پھری ہیں تجھ سے مالک کی نگاہیں

بہت ہی تجھ میں ناف بانیاں ہیں
بہت ظاہر ہیں تیری کج ادائیں

نہیں تجھ کو ہے اب امن و حفاظت
صلاحیت کی چھوڑی تو نے راہیں

خدا تجھ کو نہ بھولے یاد آیا
خدا وا لے نہ کیوں تجھ کو بھولائیں

زمانہ میں امام امن آیا
خدا نے اس کو دیں اپنی ندائیں

وہ میدان میں کھڑا ہو کر پکارا
لگا کر اس نے ہر جانب صدائیں

سنو! میں مرسل یزداں ہوں لوگو!
سنی ہیں اسنے میری سب دعائیں

خدا کے حکم سے دعویٰ ہے میرا
جو منکر ہیں مقابل میرے آئیں

سنیں مجھ سے دلائل اور براہیں
کریں تردید وہ جس طرح چاہیں

میں ہر میدان میں غالب رہونگا
بعلم و زہد و تقوے آزمائیں

گھرا ہے نرغۂ اعدا میں اسلام
تقاضا ہے کہ اب اسکو بچائیں

یہی خدمت بتا ہے کام میرا
نہ باتیں غیر از خود وہ بنائیں

ہر اک میدان میں غالب رہا تو
جو ظاہر ہوا ہے ہم کیا بتائیں

بہر حجت دکھائی فتح اسلام
ذرا ہمت کہاں جو منہ دکھائیں

ہوا احقاق حق ابطال باطل
پھرا ہے ان کا سر جو سر پھرائیں

دلائل اور براہیں کا ہے دفتر
نہ بے ہودہ یونہی باتیں بنائیں

یونہی تکذیب پر باندھی کمر ہے
نہ کچھ انذار حق خاطر میں لائیں

عذابوں میں ہوئی دنیا گرفتار
مسلط ہو گئیں ہر سو بلائیں

نہیں ڈرتے ہیں کیوں قہر خدا سے
کہ لائیں رنگ ہیں صادق کی آہیں

نتیجہ ہے یہ انکار خدا کا
سزاؤں پر ہیں ملتی اب سزائیں

وہ باز آ جائیں نافرمانیوں سے
بہ درگاہ خدا گردن جھکائیں

عمل میں لائیں تعلیم مسیحا
کریں ہر وقت رو رو کر دعائیں

یہی ہے ایک اب راہ سلامت
چلیں اس راہ پر اور خود چلائیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٭ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

الفضل

قادیان دارالامن والامان - ۱۹ر جنوری ۱۹۱۸ء

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوَالنَّاصِرُ

خواجہ حسن نظامی صاحب آخر اقرار کرنے پر مجبور ہوئے

حق و باطل میں امتیاز

جیسا کہ احباب کو معلوم ہو چکا ہے۔ خواجہ حسن نظامی صاحب نے پہلے تو ایک نئے دستخط طریق کو پیش کر کے مباہلہ کے نام سے مجھے چیلنج دیا۔ جب میں نے ان کے جواب میں لکھا کہ جس طریق فیصلہ کا نام وہ مباہلہ رکھتے ہیں۔ وہ مباہلہ نہیں۔ اور جس رنگ میں وہ فیصلہ چاہتے ہیں۔ اس سے فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ اور چند ضروری شرائط لکھیں کہ ان کے مطابق فیصلہ کر لیجئے۔ تو خواجہ صاحب نے مختلف اخبارات میں اعلان کر دیا کہ مجھے تیرہ کی تیرہ شرائط منظور ہیں۔ اور صرف میری ایک شرط ہے۔ میں نے انکے جواب میں ان کی اس شرط کو تو منظور کر لیا۔ لیکن ان کی اس غلط بیانی سے کہ انہوں نے میری سب شرائط منظور کر لی ہیں۔ پبلک کو آگاہ کیا۔ اور بتایا کہ انہوں نے شرائط میں اس طرح کتر بیونت سے کام لیا ہے کہ یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔ کہ انہوں نے سب شرائط کو منظور کر لیا ہے۔ بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ انہوں نے اکثر اہم شرائط کو رد کر دیا ہے۔ خواجہ صاحب نے اس مضمون کا جواب خطیب چودہ جنوری ۱۹۱۸ء میں شایع کروایا ہے۔ اور بالآخر وہ اس مضمون میں صاف الفاظ میں اس اقرار پر مجبور ہوئے ہیں کہ

ماحصل مدعا یہ ہے!

کہ ایک ہزار آدمی کے ساتھ لانے اور پانچ ہزار روپے جمع کرنے کی شرطوں کو یا تو موقوف کر دیجئے یا میری سابقہ ترمیم کے موافق رکھئے۔ میں لاہور آنے اور مباہلہ کرنے کو بالکل آمادہ ہوں" یا دوسرے الفاظ میں یہ کہ ان دونوں شرطوں کی موجودگی میں وہ مجھ سے مباہلہ نہیں کر سکتے

مگر جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں۔ ان شرطوں کے بغیر میں لاہور ان سے مباہلہ کرنے کے لئے نہیں آ سکتا۔ کیونکہ اس مباہلہ کا کوئی فائدہ نہیں۔ مجھے کیا ضرورت ہے کہ ایک ایسے شخص کے ساتھ مباہلہ کرنے کے لئے کہ جس کی ہلاکت یا عدم ہلاکت کا دنیا پر کچھ بھی اثر نہ پڑے۔ تکلیف سفر اٹھاؤں اور اخراجات کثیرہ برداشت کروں۔ مؤمن کے لئے تو عن اللغو معرضون کا حکم ہے۔ اسقدر صرف مالی و وقت کر کے خواجہ صاحب جیسے آدمی سے مباہلہ کرنا ایک لغو فعل ہے۔ اور اسراف میں داخل ہے۔ اور اسلئے احکام اسلام کے خلاف ہے۔ پس میں ایسا نہیں کر سکتا۔ میں ان سے کسی بیرونی مقام پر اسوقت مباہلہ کر سکتا ہوں۔ جب کہ مباہلہ کا اثر وسیع پڑنے کی اُمید ہو ٭

مجھے حیرت آتی ہے کہ ایک طرف تو خواجہ صاحب بڑے زور سے اعلان کر چکے ہیں کہ آپنے میری تیرہ کی تیرہ اور سب کی سب شرائط سیدھی یا ٹیڑھی بلا کسی تاویل کے منظور کر لی ہیں۔ اور آج وہ یہ اعلان کرتے ہیں کہ جب تک ان دونوں شرطوں کو اُڑا نہ دوں یا ان ترمیموں کو منظور نہ کر لوں جو انہوں نے پیش کی ہیں۔ اسوقت تک وہ مباہلہ نہیں کر سکتے۔ اگر وہ ترمیمیں درحقیقت ترمیمیں ہوتیں تو میں ان کو منظور بھی کر لیتا۔ لیکن وہ ترمیمیں نہیں۔ بلکہ بالکل بے ہودہ دو مستقل تجاویز ہیں۔ جن سے وہ فائدہ ہرگز حاصل نہیں ہوتا۔ جو اصل تجاویز میں مدنظر تھا یعنے مباہلہ کا مفید ہونا اور دھوکے کا احتمال نہ رہنا ٭

کیا یہ عجیب بات نہیں کہ ایک طرف تو خواجہ صاحب اس مباہلہ کو ایک نہایت مفید اور بابرکت امر قرار دیتے ہیں۔ پھر ان کے مُریدوں کی بھی کوئی کمی نہیں۔ انکے مُریدوں کے بھی آگے ہزاروں مرید ہیں۔ مگر پھر انکو ایک ہزار آدمی ساتھ لانے سے بھی انکار ہے۔ آخر یہ کیوں؟ کیا اسی لئے نہیں کہ ان کے مرید درحقیقت اُنپر ایمان نہیں رکھتے۔ بلکہ انہوں نے رسماً اور اتباع فیشن کے طور پر انکی بیعت کر چھوڑی ہے۔ ورنہ کسطرح ممکن ہے کہ وہ انکو تو پیر انکو چھوڑ کر علیحدہ کھڑے رہیں۔ اور اگر انکے مُریدوں کا یہ حال ہے۔ تو پھر بتائیں کہ مجھے ان سے مباہلہ کرنے کا فائدہ کیا ہے؟

اور پھر اور بھی تعجب والی یہ بات ہے۔ کہ نوابوں۔ راجوں اور کروڑپتیوں کے پیر ہونے کا خواجہ صاحب کو دعویٰ ہے۔ مگر انہیں سے ایک بھی نہیں کہ جو پانچ ہزار روپیہ کی قلیل رقم چند روز کے لئے آپ کے دعوےٰ کی صداقت کے ثبوت کے لئے جمع کرا سکے۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپکے مُریدوں کو خود یہ شبہ ہے بلکہ شبہ ہی نہیں یقین ہے کہ آپ کے دل میں صداقت نہیں۔ اور آپ عین وقت پر مباہلہ سے پہلو تہی کر جائینگے۔ اسلئے وہ اپنا مال خطرہ میں نہیں ڈالنا چاہتے۔ پس جبکہ خود آپکے مُرید آپکے عقائد پر کامل یقین نہیں رکھتے۔ اور آپکی صداقت کے قائل نہیں تو مجھے آپ جیسے آدمی سے مباہلہ کرنے کا کیا فائدہ اور کیا ضرورت ہے؟ اسطرح تو مباہلہ ایک تماشہ بن جاتا ہے۔ کل کو ایک دوسرا شخص کھڑا ہو کر مجھے مباہلہ کا چیلنج دیدے گا۔ اور پھر مجھے لاہور مباہلہ کے لئے جانا پڑیگا۔ اور پرسوں ایک تیسرا شخص کھڑا ہو جائیگا۔ اور مجھے مباہلہ کے لئے لاہور آنے کے لئے مجبور کریگا۔ ان مباہلوں کا نتیجہ کیا ہوگا۔ میں نے پہلے بھی لکھا تھا کہ مؤمن ہر ایک کام کسی فائدہ کے لئے کرتا ہے اس قسم کے مباہلہ کا کیا فائدہ؟ نہ دینی نہ دنیاوی کوئی بھی تو نفع نظر نہیں آتا۔ میری یہ شرطیں صرف اس مباہلہ کو مفید بنانے کے لئے اور دھوکے سے بچنے کے لئے لگائی گئی تھیں۔ اور ہر ایک عقلمند بے تعصب آدمی اقرار کریگا کہ اندریں حالات اس قسم کی شرائط ہرگز ناواجب نہیں۔ بلکہ ضروری تھیں۔ پھر آپکا عذر کرنا تو ان شکوک کو جو آپکے پہلے مضامین سے لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوئے تھے۔ اور بھی تقویت دیتا ہے جو یہ تھے کہ آپ صرف اپنی شہرت کیلئے یہ مضمون نویسی کر رہے ہیں۔ اور آپکی نیت صاف نہیں۔ وقت پر انکار کر دینگے اور اس فیصلہ کو ہرگز منظور نہ کرینگے۔ آپکا موجودہ جواب ان شبہات کو اور بھی قوی کر دیتا ہے۔ ورنہ ایک ہزار آدمی کا ساتھ لانا اور پانچ ہزار روپیہ کا ضمانتاً جمع کرا دینا کوئی بڑی بات نہ تھی یا آپ یہ اقرار کریں۔

اور اقرار بھی صاف الفاظ میں نہ کر، اگر اور مگر کے ساتھ۔ کہ ایکہزار آدمی بھی آپکو اپنا مسیح قائم مقام تسلیم نہیں کرتا۔ اور یہ کہ آپکے مرید محض دکھلانے کے مرید ہیں۔ اور وہ آپ پر اسقدر بھی حسن ظنی نہیں رکھتے کہ آپ وعدہ کرکے مباہلہ میں آ جاوینگے۔ اور پھر اسقدر مریدوں کی تعداد بتادیں جو آپسے سچا اخلاص رکھتے ہیں۔ اور آپکے ساتھ مباہلہ کا تلخ پیالہ پینے کے لئے تیار ہیں تا کہ اگر اسی قدر تعداد معقول ہو تو میں اسی کی اجازت دیدوں۔ اگر ایک ہزار مرد آپکے مباہلہ میں شامل ہونے کے لئے نہیں مل سکتا تو چاہئے مرد عورت بچہ ملا کر ہی ایکہزار کی تعداد پوری کر دیجئے۔ اور اسطرح بہانہ بنا کر اپنا پیچھا نہ چھڑوائیے۔ مشکوک عبارات اور تعلیقی کلمات میں آپنے میری شروط کو جو توڑنا چاہا تھا۔ اسکی غرض تو صرف اسقدر تھی کہ اگر ان عبارات سے کوئی دہوکہ کھا جاوے۔ تو کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل ہو جائیگا ورنہ آپ صریح الفاظ میں لکھ چکے ہیں کہ میری سب شرائط خواہ ٹیڑھی ہوں یا سیدھی۔ بلاتاویل آپکو منظور ہیں۔ صرف آپکی ایک شرط میں مان لوں۔ اور وہ شرط میں نے مان لی ہے۔ پس اب گریز کر کے اپنی صداقت اور شرافت کو خیرباد نہ کہئیے۔ ان بہادری کے دعووں کو یاد کیجئے۔ جو پہلے مضامین میں آپ کرتے رہے ہیں اب آپکا پیچھے ہٹنا نہ صرف۔ یہ بتاتا ہے کہ آپکو اپنی بات پر خود یقین نہیں بلکہ یہ بھی کہ آپ اپنی بات پر بھی قائم نہیں رہتے۔ اور آپکے وعدہ مواعید عرقوب سے کم نہیں۔ کالنار فی الغربال۔ ادہر آپ وعدہ کرتے ہیں ادہر وہ وعدہ نسیاً منسیاً ہو جاتا ہے۔ آپ مولوی ثناء اللہ صاحب کی آڑ نہ لیں۔ مولوی صاحب موصوف کی باتوں کے جواب کا وقت بھی آتا ہے بلکہ آج اگر آپکا مضمون نہ آجاتا تو میں ان کے مضمون کا جواب لکھ دیتا اور کچھ لکھ بھی چکا ہوں۔ مختلف آدمیوں کے ساتھ انکی حیثیت کے مطابق شرائط ہوتی ہیں۔ اور حالات کے ماتحت شرائط بدل جاتی ہیں۔ آپ مولوی ثناء اللہ صاحب کا قول نقل کرتے ہیں کہ کیوں مرزا صاحب نے مولوی عبدالحق غزنوی سے یہ شرائط نہیں کیں۔ سو سنئیے۔ کہ اول تو آج کے حالات اور اسوقت کے حالات میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جب مولوی عبدالحق صاحب سے حضرت مسیح موعود کا مباہلہ ہوا تھا اسوقت چند سو آدمیوں سے زیادہ آپکے ماننے والے نہ تھے جو سارے ہندوستان میں پھیلے ہوئے تھے پس اسوقت آپکا سفر اسقدر اخراجات کے باعث نہ تھے جسقدر کہ آپکے بعد کے سفر اور آپکے بعد آپکے خلفا کے سفر۔ کیا آپکو معلوم نہیں کہ ایک وقت تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اکیلے طائف والوں کو سمجھانے گئے تھے مگر پھر ترقی کے موقعہ پر جب آپ کہیں باہر تشریف لیجاتے خواہ حج کے لئے ہی کیوں نہ ہو آپکے ساتھ ہزاروں آدمی ہوتے۔ حضرت مسیح موعود کا بھی ابتدا میں یہی حال تھا کہ آپکے ساتھ صرف چند آدمی تھے۔ اور سفر میں اسقدر اخراجات وغیرہ نہ ہوتے تھے۔

دوسرے آپکے مقابلہ میں مولوی عبدالحق صاحب غزنوی تھے جو ایک ایسی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں جو ابھی چند مدت پہلے تک ایک منتظم جماعت تھی۔ جسکی مثال ہندوستان میں غیر احمدیوں میں بہت کم ملتی تھی۔ اور پھر مولوی عبدالحق صاحب مولوی بھی تھے پس ان کا اثر جو لوگوں پر پڑ سکتا تھا وہ آپکے مباہلہ میں نہیں پڑ سکتا۔

تیسرے مولوی عبدالحق صاحب خواہ ہمارے کیسے ہی مخالف ہوں مگر ان کی طبیعت میں اس قسم کا استہزاء نہ تھا جو آپکی عادت میں ہے۔ جسکی وجہ سے ان سے یہ امید نہ کیجا سکتی تھی کہ وہ مباہلہ کے لئے بلوا کر پھر پیچھے ہٹ جائیں گے

چوتھے یہ بھی دیکھنا چاہئیے کہ کیا حضرت مسیح موعود امرتسر صرف اس مباہلہ کے لئے گئے تھے؟ اصل بات یہ ہے کہ امرتسر میں (ڈپٹی آتھم) سے حضرت مسیح موعود کا ایک مباحثہ قرار پایا تھا۔ اور چونکہ اس مباحثہ کے لئے بھی آپنے جانا تھا اسلئے اس مباہلہ[1] کو بھی آپنے منظور کر لیا۔ ورنہ اس بات کو حضرت مسیح موعود نے متعدد تحریرات میں لکھا ہے کہ مباہلہ کے لئے شرط ہے کہ وہ جماعت کا جماعت کے ساتھ ہو۔ اور یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ جب تک ہمیں اسکے کفر کا پورا یقین نہ دلایا جاوے۔ ہم مباہلہ نہیں کر سکتے ٭

پس آپکا معاملہ مولوی عبدالحق صاحب کے معاملہ سے بالکل جداگانہ ہے۔ اب جماعت کی ترقی کے ساتھ لازماً سفروں وغیرہ میں اخراجات کثیرہ برداشت کرنے پڑتے ہیں جن کے باعث جب تک اسی قدر فوائد کی امید نہ ہو سفر اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ دوسرے آپ کسی ایسی جماعت سے تعلق نہیں رکھتے جو واقعہ میں آپسے کوئی اتحاد رکھتی ہو نہ آپکا علمی طور پر اثر کوئی اتنا ہے۔ اور نہ آپ پر مجھے یہ اعتماد ہے کہ آپ عین وقت پر مباہلہ کے لئے پہنچ جائینگے۔ اور نہ مجھے لاہور میں اور کوئی کام ہے کہ جسکے لئے مجھے وہاں جانا ہو۔ اور ساتھ ہی مباہلہ کے کام سے فراغت پالوں۔ پس اس مباہلہ اور مولوی عبدالحق صاحب والے مباہلہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس رنگ میں تو میں نے اب بھی آپکو لکھا ہے کہ آپ قادیان آجاویں۔ میں کوئی بھی شرط نہیں لگاتا۔ بلکہ آپکے اور آپکے اہل و عیال کے اخراجات بھی دیدیتا ہوں۔ اور دیگر ہر قسم کا انتظام بھی اپنے ذمہ لیتا ہوں ٭

آپنے یہ بھی لکھا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی تو نہ ہزار کی شرط لگائی اور نہ پانچ ہزار درم ضمانت کے طور پر طلب کیا ہے سو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ رسول کریم کا مباہلہ جن لوگوں سے تھا وہ ایک جماعت کے قائم مقام تھے چنانچہ جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں۔ وہ کوئی ایک آدمی نہ تھا بلکہ ساٹھ آدمی تھے جنمیں سے چودہ اس قوم کے رئیس تھے۔ اور تین وہ آدمی تھے کہ جو ایک رنگ میں ان پر بادشاہانہ اقتدار رکھتے تھے۔ چنانچہ تاریخ میں لکھا ہے کہ انمیں سے ایک تو ان کا صاحب الرائے تھا کہ جس کے کہے کو وہ کبھی رد نہ کیا کرتے تھے۔ اور دوسرا ان کا پادری تھا اور تیسرا انمیں ایک ایسی ہستی سمجھا جاتا تھا جسکے نام پر وہ جانیں دیتے تھے۔ اور ساتھ ہی یہ بات ہے کہ ان لوگوں کو اہل نجران نے اپنا قائم مقام بنا کر بھیجا تھا۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے وفد نجران میں سے ایک شخص کو دریافت کیا کہ شاید جو تو فیصلہ کرے کوئی شخص اسکو نہ مانے تو اس نے کہا کہ سل صاحبیّ فسألهما فقالا لا یرد الوادی ولا یصدر الا عن رأی شرحبیل۔ یعنی میرے دوسرے دونوں ساتھیوں سے پوچھئے۔ آپنے ان سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ تمام وادی نجران اسکے مشورہ کے بغیر نہ کسی گھاٹ پر اترتی ہے نہ وہاں سے جاتی ہے جس کا مطلب محاورہ عرب کے مطابق یہ ہے کہ نہ کوئی کام کرتی ہے اور نہ چھوڑتی ہے غرض وہ لوگ قائم مقام تھے نجران کے۔ اور ان کا فیصلہ سب اہل نجران کو منظور تھا۔ اور پھر ایک دو آدمی نہیں بلکہ ایک جماعت تھی جسکی تعداد ساٹھ لکھی ہے پس ان سے اس قسم کی شرط کی کہ وہ ایکہزار آدمی ساتھ لاویں کوئی ضرورت نہ تھی۔ مگر آپ میں اس وفد والی ایک شرط بھی نہیں پائی جاتی۔ نہ آپ یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کسی جماعت کی طرف سے قائم مقام مقرر ہوئے ہیں نہ آپکی رائے کی وہ عظمت ہے جو ان لوگوں کی رائے کی تھی نہ آپ ایک جماعت ہیں۔ پس اس مثال کو درمیان میں لانے سے آپکو کیا فائدہ ہے۔ اور جو آپنے لکھا ہے کہ حضرت رسول کریم نے پانچہزار درہم اہل نجران سے نہیں رکھوائے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے۔ اہل نجران تو مدینہ آئے ہوئے تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی اور مقام پر تو نہیں بلواتے تھے کہ آنحضرت ان سے حرجانہ کا روپیہ پہلے رکھوا لیتے دوسرے آنحضرت کو تو حکومت حاصل تھی۔ جبکہ وفد آیا ہے تو آپ سب عرب کے بادشاہ ہو چکے تھے۔ اور اگر وہ لوگ اس قسم کی کوئی شرارت کرتے تو آپ انکو سزا بھی دے سکتے تھے چنانچہ احادیث میں لکھا ہے کہ جب ان لوگوں نے مباہلہ سے انکار کیا تو آپنے فرمایا کہ اچھا تو پھر جنگ ظاہری کیلئے تیار ہو جاؤ۔ مگر انہوں نے اس سے انکار کیا اور جزیہ دینے پر رضامند ہو گئے۔ غرض چونکہ اسلام کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ اور وفد نجران خود مدینہ آیا ہوا تھا اسلئے نہ تو کسی عذر کا خطرہ ہو سکتا تھا اور نہ وفد نجران کے عذر سے مسلمانوں کو کوئی مالی یا اور کسی قسم کا نقصان تھا۔ مگر آپ کا معاملہ تو اس سے بالکل الگ ہے۔ میں بھی تو انہی حالات کے ماتحت جو وفد نجران کے ساتھ مباہلہ کے وقت تھے آپسے ان شرائط کے بغیر مباہلہ کے لئے تیار ہوں۔ کیا میں نہیں لکھ چکا کہ آپ قادیان آجاویں تو میں نہ آپسے ہزار آدمیوں کا مطالبہ کرتا ہوں۔ اور نہ پانچہزار روپیہ حرجانہ کے طور پر کسی کے پاس جمع کروانے کو کہتا ہوں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم والا واقعہ تو مجھے پیش کرنا چاہئیے نہ کہ آپ کو۔ آپ وفد نجران کی طرح قادیان آجاویں۔ پھر اگر میں آپسے کسی ایسی شرط کا مطالبہ کروں جس کا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے وفد نجران سے مطالبہ نہ کیا ہو۔ تو آپ جو چاہیں مجھ پر الزام لگائیں۔ مگر جب قادیان

[1] یہ بھی یاد رہے۔ کہ حضرت مسیح موعود نے مولوی عبدالحق صاحب کے بالمقابل اسوقت بد دعا نہیں کی۔ گو مولوی عبدالحق صاحب کرتے رہے۔ مگر ان کی بد دعائیں خالی گئیں ٭

سے باہر مباہلہ ہو۔ تو ضرور ہے کہ ایسی شرائط لگائی جاویں۔ جن سے وقت اور مال کے خرچ کے برابر فائدہ بھی ہو۔ اور دھوکے کی کوئی صورت نہ ہو۔ ہاں اگر آپ یہ کہیں۔ کہ میں اگر قادیان آؤں اور آپ مباہلہ نہ کریں۔ تو پھر میں کیا کروں۔ تو آپ کی تسلی کے لیئے میں یہ شرط کر دیتا ہوں۔ کہ اگر آپ قادیان آویں۔ اور میں آپ سے مباہلہ نہ کروں۔ تو میرا قصور ثابت ہونے پر میں آپکو پانچہزار روپیہ دینے کا ذمہ وار ہونگا۔ اور یہ روپیہ جس شخص پر آپ اور میں راضی ہوجاویں۔ اسکے سپرد قبل از وقت کردیا جاویگا۔ اگر میری طرف سے کوئی کوتاہی ہو۔ تو وہ شخص وہ روپیہ آپکے سپرد کردیگا۔ اور آپ کی آمد و رفت کا خرچ بھی میرے ذمہ ہوگا۔ اب اس سے زیادہ اور کیا آسانی ہوسکتی ہے جو میں آپکے لیئے مہیا کروں ؂

یہ سہولتیں بھی میں صرف اسلیئے پیدا کرتا ہوں۔ کہ تا دنیا کو معلوم ہوجاوے کہ آپکے دعاوی میں کہانتک صداقت ہے۔ ورنہ آپ علی الاعلان ایک بات کہکر اب اس سے پیچھے ہٹ چکے ہیں۔ اور اپنی نیت کو ظاہر کرچکے ہیں۔ اور اس کھلی ہوئی بزدلی کے بعد آپسے کسی قسم کا معاملہ کرتے ہوئے بھی خوف معلوم ہوتا ہے۔ مگر پھر بھی میں امید کرتا ہوں۔ کہ آپ پچھلی حرکات کی تلافی کے لیئے۔ اب حق جوئی کی طرف توجہ فرمائینگے اور اگر آپکے ہزار مرید آپکے ساتھ ملکر حق و باطل میں فیصلہ چاہنے سے عذر کرتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی ہیبت انکے دلوں پر مستولی ہے۔ تو پھر آپ قادیان آکر بلا ان شرائط کے وفد نجران کی طرح مباہلہ کرلیں۔ بلکہ وفد نجران سے زیادہ میں آپکو سہولت دیتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ اگر آپ چاہیں۔ تو ساٹھ آدمی بھی ساتھ نہ لائیں۔ صرف اپنے بیوی بچوں کو ساتھ لاویں۔ اور آپ کا کرایہ وغیرہ بھی میں ہی دونگا۔ اور ہر قسم کے امن کی ضمانت دونگا۔ اور انشاءاللہ ہر قسم کا معقول انتظام آپ کے حسب دلخواہ کردونگا۔ مگر میں تو یقین نہیں کرتا۔ کہ آپ کے مرید ایسے بدعقیدہ ہیں اور آپ پر اسقدر بدظن ہیں۔ کہ وہ آپکے عہد کو بالکل حقیر اور لغو خیال کرتے ہیں۔ اور چند دنوں کے لیئے آپ پر اعتبار کرکے پانچ ہزار روپیہ بھی امانتاً نہیں رکھوا سکتے کیونکہ جب آپ مباہلہ کرلینگے۔ تو وہ روپیہ انکو واپس ملجائیگا۔ خدانخواستہ آپ اس روپیہ کو خود تو استعمال نہیں کرلینگے۔ اور جبکہ آپکے مرید کروڑپتی ہیں۔ تو اسقدر رقم سے زیادہ تو وہ سال بھر میں صدقہ کے طور پر دیدیتے ہونگے۔ اور نوابوں کو تو اس رقم کی کچھ پروا بھی نہ ہوگی۔ ان کے لیئے اسقدر رقم کا امانتاً دینا کچھ مشکل نہیں۔ غرض یہ شرائط ہرگز ایسی نہیں۔ کہ انکے پورا کرنے میں تکلیف ہو۔ خصوصاً جبکہ ایک شرط تو وہ ہے۔ جو خود قرآن کریم نے مقرر فرمائی ہے کہ مباہلہ جماعت کا جماعت کے درمیان ہو۔ بس آپ اس کسر نفسی کو جانے دیجئے۔ اور حق و باطل میں فیصلہ کرنیکی طرف توجہ کیجئے۔ کہ یہ ایک بہت بڑا کار ثواب ہے۔ اور اسکے ذریعہ سے آپکا نام قیامت تک یاد رہیگا۔ گو اسی طرح جس طرح پہلے انبیاءؑ کے مخالفین کا۔ اور گو اس سے آپ اور آپکے ساتھی ہدایت نہ حاصل کریں۔ مگر اور سینکڑوں کے لیئے ہدایت کا موجب ہوگا دیکھیئے آپنے صرف ایک شرط پیش کی تھی۔ اور وہ میں نے منظور کرلی ہے۔ بلکہ آپ کے مطالبہ سے زیادہ آپسے وعدہ کیا ہے۔ گو آپنے اپنے مضمون میں اس بات کا اظہار نہیں کیا۔ کہ آپنے اپنے لیئے بھی ...... اسی ذمہ واری کا اٹھانا پسند کرلیا ہے۔ جس کا میں نے آپ کی تحریر کے مطابق اقرار کیا ہے ؂

خواجہ صاحب نے علاوہ اس اصل بات کے کچھ اور امور بھی اپنے مضمون میں بیان کیئے ہیں۔ میں ان کا بھی اسجگہ مختصر جواب دیدینا پسند کرتا ہوں ؂

خواجہ صاحب لکھتے ہیں۔ کہ میں اسقدر لمبا مضمون کیوں لکھتا ہوں۔ اور آپ مجھو اس تکلیف سے بچانیکے لیئے اقرار کرتے ہیں۔ کہ آپ بے شک ایسا نہیں کرسکتے۔ مگر خواجہ صاحب کو دھوکا ہوا ہے۔ نہ تو میں انسے یہ اقرار کروانیکے لیئے لمبے مضمون لکھتا ہوں اور نہ انکو میرا لمبے مضمون لکھنا اسلیئے برا لگتا ہے۔ کہ مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ یا یونہی ورق سیاہ ہوتے ہیں۔ بلکہ اصل بات یہ ہے۔ اور اسے خواجہ صاحب بھی اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ کہ خواجہ صاحب اپنے مضمون میں پیچدار الفاظ کو کام میں لاکر لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ اور میں اسکی خوب تشریح کرکے اسکو ظاہر کردیتا ہوں۔ تشریح ہمیشہ لمبی ہی ہوا کرتی ہے۔ یہ ہے میرے لمبے مضمون لکھنے کی وجہ۔ اور یہی ہے آپکے اس سے گھبرانے کی وجہ ؂

دوسری بات آپ یہ لکھتے ہیں۔ کہ "نظام المشائخ میں باطنی جہاد کا اعلان" اس مضمون کا عنوان تھا۔ جو میں نے لکھا تھا۔ مباہلہ کا لفظ اسمیں نہ تھا۔ لیکن اگر ضمناً بطور تفہیم کے مباہلہ کا لفظ مضمون کے اندر کسی جگہ آگیا۔ تو جناب اقدس کو اتنا سرخ نہ ہونا چاہیئے۔ کہ اسی پر اخبار کے صفحے کے صفحے سیاہ کرڈالے"۔ کیا ہی صداقت کا پاس ہے۔ اسقدر وضاحت کے بعد آپ پھر لکھتے ہیں۔ کہ مباہلہ کا لفظ اس میں نہ تھا۔ یہ حق طلبی واقعہ میں آپ ہی کا حصہ ہے۔ اور پھر کمال یہ ہے۔ کہ چونکہ اب سرے سے انکار کی بھی گنجائش نہیں۔ اسلیئے آپ لکھتے ہیں۔ کہ اگر ضمناً بطور تفہیم کسی جگہ لکھا بھی گیا۔ تو اسقدر خوش ہونیکی کیا وجہ ہے۔ اس جملہ میں "اگر" کا استعمال اس مذبوحی حالت کا اچھی طرح پتہ دیتا ہے۔ جو خواجہ صاحب کی اس مضمون کے پڑھنے پر ہوئی مگر "بطور تفہیم" کے الفاظ تو خواجہ صاحب کے علم کی اچھی طرح پردہ دری کرتے ہیں۔ جب آپکا منشا ہے۔ کہ وہ حقیقی مباہلہ کا نہ تھا۔ تو پھر بطور تفہیم اسے مباہلہ کہنے سے مطلب ہی کیا ہوا۔ کیا تفہیم اسی طرح ہوتی ہے۔ کہ کسی چیز کا وہ نام رکھا جاوے۔ جو واقعہ میں اس کا نام نہ ہو۔ اگر مباہلہ سے مشابہت دیجاتی۔ تو بے شک بطور تفہیم کہنے کے آپ مستحق ہوتے۔ مگر اپنے مضمون کا نام مباہلہ رکھنا۔ اور لفظ مباہلہ کو موٹا لکھوانا۔ اور پھر اس سے انکار کرنا بالکل نرالا طور تفہیم ہے۔ اور آپکا ہی ایجاد ہے۔ اور پھر اس اگر کے کیا معنی ہیں۔ کیا آپ اس سات صفحہ کے مضمون کو جو آپ ہی کے رسالہ میں چھپا ہے۔ اٹھاکر نہ دیکھ سکتے تھے۔ کہ "اگر" کی مدد سے اپنی بریت کرنی چاہتے ہیں میرے مصر ہونیکی وجہ بھی آپ خوب جانتے ہیں۔ کیونکہ جیسا کہ میرے مضمون سے ظاہر ہے۔ آپکا انکار صاف بتا رہا ہے۔ کہ آپنے غلطی سے نہیں جان بوجھکر ایک امر واقعہ کا انکار کیا۔ جو اس درجہ کے خلاف ہے۔ جسکے آپ مدعی ہیں ؂

خواجہ صاحب نے مولوی ثناءاللہ صاحب کے ایک مضمون کا بھی ایک حصہ نقل کیا ہے۔

جسمیں انہوں نے اس گفتگوئے مباہلہ کے متعلق کچھ لکھا ہے اور جسمیں انہوں نے میری شرائط کے متعلق یہ بھی لکھا ہے۔ کہ نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچیگی۔ خواجہ صاحب اگر رادھا بننے اور ناچنے ہی سے خوش ہوتے ہیں۔ تو انکو مبارک ہو۔ مگر انکا مولویصاحب کی تحریر پر خوش ہونا کہ مباہلہ کا نتیجہ فوراً نکلنا چاہیئے۔ درست نہیں۔ اور انکو اس بات پر خوش نہ ہونا چاہیئے کہ اس مضمون کے نقل کرنے سے مجھے ندامت ہوگی۔ کیونکہ مولویصاحب کے مضمون سے مجھے تو جو ندامت ہوگی۔ وہ اپنے وقت پر ظاہر ہو جائیگی۔ کیونکہ مَیں مباہلہ پر ایک عام مضمون لکھ رہا ہوں جس میں انکے بھی اور آپکے بھی اور دوسرے لوگوں کے بھی خیالات کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ اور انہیں سے غلط خیالات کی تردید کی گئی ہے۔ مگر آپکو تو ابھی ندامت اٹھانی پڑی ہے۔ اور اس مضمون کے نقل کرنے سے آپنے مجھے نادم نہیں کیا۔ بلکہ اپنے آپکو۔ اور اب آپ پر بالکل وہی مثل صادق آتی ہے۔ کہ مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید برکلہ خود باید زد۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ علوم دینی سے بالکل ہی کورے ہیں۔ اور جسقدر بھی آپ اس امر پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں۔ اسی قدر آپکی اور پردہ دری ہوتی ہے۔ چنانچہ آپنے پہلے تو ایک خودساختہ معیار مقابلہ کا نام مباہلہ رکھا جب اسپر گرفت کیگئی۔ تو آپنے اپنی ندامت مٹانے کیلئے یہ لکھا۔ کہ آپنے مباہلہ کا چیلنج ہی نہیں دیا۔ اور اسکی دلیل یہ دی۔ کہ اسی لیئے تو آپنے اسکے نتیجہ کے ظہور کیلئے ایک گھنٹہ کی میعاد رکھی تھی۔ گویا آپنے اقرار کیا کہ اسی موقعہ اور اسی مقام پر نتیجہ نکلنے کی شرط آپنے لگائی ہی اسلیئے تھی۔ کہ آپکے نزدیک وہ مباہلہ کا چیلنج ہی نہ تھا۔ جسکے معنی یہ ہوئے۔ کہ آپکے نزدیک بھی مباہلہ کے لیئے یہ شرط نہیں کہ اسکا نتیجہ اسی وقت نکلے۔ مگر بعد میں اب مولوی ثناء اللہ صاحب کے سہارے پر آپ یہ لکھنے لگے ہیں۔ کہ مباہلہ کا نتیجہ فوراً نکلتا ہے۔ سو اسسے مجھے نہیں آپکو ندامت اٹھانی چاہیئے۔ کیونکہ آپنے تین مضمونوں میں تین مختلف پہلو بدلے ہیں۔ باقی رہا نفس مضمون سو اسکے متعلق میں انشاء اللہ خود مولوی صاحب کو جواب دونگا۔ جو عنقریب چھپ جاویگا۔ آپ اسکے متعلق تردد نہ فرماویں آپ اگر پہلا اس حدیث کو پیش کرتے۔ تو پھر ایک علمی بحث چھڑتی۔ مگر آپنے تو پہلے ڈر کر کہیں میری گرفت نہ ہو۔ یہ اقرار کرلیا۔ کہ واقعہ میں مباہلہ کا نتیجہ اسیوقت نہیں نکلتا اور اب آپ اسسے پھرنا چاہتے ہیں جسنے اور بھی زیادہ واضح کردیا۔ کہ آپکو خود کچھ علم نہیں۔ صرف سنی سنائی بات پر آپکا دارومدار ہے اور ظاہر آپ یہ کرنا چاہتے ہیں۔ کہ آپ بھی عالم ہیں اگر آپکے نزدیک واقعہ میں مباہلہ کا نتیجہ فوراً نکلتا ہے۔ اور یہ عقیدہ آپکا کسی علم کی بنا پر تھا۔ تو کیوں آپنے یہ تجویز فرمایا۔ کہ ایک گھنٹہ کی میعاد نتیجہ کیلیئے آپنے اسی واسطے مقرر کی تھی۔ کہ آپنے بحیثیت مباہلہ چیلنج نہ دیا تھا ؎

آپ پنج قائم مقام ہونیکے مسئلہ کے متعلق بھی تحریر فرماتے ہیں۔ کہ اس سے مراد یہ تھی۔ کہ وہ لوگ اسی طرح میرے عقائد سے بیزار ہیں۔ کہ جس طرح آپ۔ مگر سوال یہ ہے کہ اگر یہ مراد تھی تو اسکے ذکر سے کیا فائدہ تھا کیا مَیں نے کہیں لکھا تھا۔ کہ آپ تو میرے خیالات سے بیزار ہیں۔ مگر باقی سب مسلمان کہلانیوالے فرقے مجھ سے متفق ہیں کہ آپکو اس تحریر کی ضرورت پیش آئی۔ میرا تو مطالبہ یہ تھا کہ ...... آپ کی ہلاکت کا اثر کس پر پڑیگا۔ آپ تو کسی کے قائم مقام نہیں۔ کیا اس مطالبہ کا یہ جواب ہو سکتا تھا۔ جو آپ کہتے ہیں کہ آپنے دیا تھا بات یہ ہے کہ حسب معمول آپ اب بھی ایک عذر کرکے اس الزام سے بچنا چاہتے ہیں جو خود آپ ہی کی تحریر نے آپ پر عاید کیا ہے۔ مگر اس دفعہ ندامت سے نکلنا اب آسان کام نہیں ؎

خواجہ صاحب بھی افسوس کرتے ہیں کہ آپکے خلفاء کشفی شاہ اور کملی شاہ کو حقارت کی نظر سے دیکھا گیا ہے اگر انکو اس حقارت کی نگہ سے دیکھا جاتا ہے تو پھر بلالؓ کے حق میں کیا کہا جاویگا۔ جنکو نہ جوہر علم حاصل تھا نہ دولت نہ قوت۔ دولت اور قوت تو دینی عظمت کیلیئے ضروری چیزیں نہیں ہیں۔ مگر تعجب ہے کہ خواجہ صاحب حضرت بلالؓ کو جوہر علم سے بھی عاری بتاتے ہیں بے شک کشفی شاہ صاحب اور کملی شاہ صاحب کیلئے وہ غیرت دکھاتے اس سے ہمیں سروکار نہ تھا۔ مگر انکی حمایت میں حضرت بلالؓ کی عزت پر حملہ کرنیکا انہیں اختیار نہ تھا۔ خواجہ صاحب علم کس کا نام رکھتے ہیں۔ کیا اسلام کا یا کسی اور چیز کا۔ اگر اسلام کا نام ہی وہ علم رکھتے ہیں تو اس دولت علم سے حضرت بلالؓ آپ سے بھی زیادہ مالامال تھے بلکہ آپسے نسبت ہی نہیں انکی ہستی سے۔ اس زمانہ میں یہ علم پڑھنے لکھنے سے نہ آیا تھا بلکہ رسول کریم صلعم کی صحبت سے۔ اور یہ بات حضرت بلالؓ کو خوب حاصل تھی آپ سابقون الاولون صحابہؓ میں شامل تھے اور آنحضرت صلعم کی وفات تک آپنے آنحضرت صلعم کا ساتھ نہ چھوڑا۔ ایسے مبارک انسان تو علوم کا ذخیرہ معرفت کا خزانہ تھا۔ ان کشفی شاہوں اور کملی شاہوں کو اس سے کیا نسبت ہے آجکل بیشک پڑھے قرآن کریم اور حدیث نہیں آتا مگر سنو تو سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے خوشہ چینی کرتے تھے اسوقت یہ علوم کتابوں کی بجائے رو در رو میں بتائے جاتے تھے اور خوشہ چینی کوئی ایسی چیز نہ تھی جو حضرت بلالؓ کو نہ آتی تھی قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا تھا اور رسول کریم عربی زبان میں کلام کرتے تھے اور حضرت بلالؓ عربی زبان سمجھتے تھے۔ پھر آپکو جوہر علم سے خالی کہنے کے معنی کیا۔ آپکے کشفی شاہ ہوں اور کملی شاہ ہوں کی بات نہیں۔ پھر جماعت کے قائم مقام ہونیکا سوال اور ہوتا ہے اور کسی کی محبت رکھنے کا سوال اور ہوتا ہے حضرت بلالؓ کی محبت اور اخلاص و تقویٰ میں کسکو شبہ ہے مگر کیا ایسے معاملات میں جنمیں مسلمانوں کی نیابت کا سوال ہو کبھی آپکو دستخط بھی ثبت کرنے دیئے گئے۔ اسوقت تو انہی لوگوں کو پیش کیا جاتا تھا جو کوئی سیاسی حیثیت بھی رکھتے تھے۔ پس اسیطرح تو آپکی جماعت کے قائم مقام ہونیکا سوال تھا۔ اور چونکہ آپنے اپنی جماعت کے نوابوں راجوں اور کروڑپتیوں کا ذکر کیا تھا اسلیئے ضروری سمجھا گیا کہ کشفی شاہ اور کملی شاہ صاحبان کی بجائے جنکی نیابت ایک امر مشکوک ہے ان نوابوں اور راجوں اور کروڑپتیوں کا نام لیا جاوے جو آپسے عقیدت رکھتے ہیں باقی رہی ان صاحبان کی محبت وہ تو دلی تعلق رکھتی ہے نہ اس سے ہمیں سروکار ہے اور نہ اسکے معلوم کرنیکا کوئی ذریعہ ہمارے پاس ہے ؎

آخر میں مَیں پھر آپسے درخواست کرتا ہوں کہ اس بحث کو اب ختم کریں اور بجائے گریز کی راہیں تلاش کرنے کے فیصلہ کی تجویز نکالیں۔ اور اس امر عظیم کے فیصلہ سے پہلوتہی نہ فرمائیں کہ اگر اس بلائے عظیم کا علاج آپکے پاس ہے تو اس علاج سے بخل کرنا لاکھوں کی تباہی کا موجب ہوگا اور آپ خدا تعالیٰ کے حضور میں پکڑے جاوینگے۔ جب آپ اپنے قیمتی وقت کو اس کام کے لیئے نکال سکتے ہیں۔ تو آپکے مریدوں میں سے کیوں صرف ایک ہزار آدمی اس کام کے لیئے اپنا وقت نہیں نکال سکتا یا صرف پانچسو آدمی ہی کیوں آپ کی طرح اپنا وقت قربان نہیں کرسکتا۔ کیونکہ میں اس بات کیلیئے بھی تیار ہوں کہ صرف پانچسو آدمی ہی آپ اپنے ہمراہ شامل کریں۔ تا کسی طرح فیصلہ ہو۔ مگر اس سے کم تعداد کی میں اجازت نہیں دے سکتا۔ کیونکہ پھر مباہلہ کا فائدہ بہت کم رہ جاتا ہے۔ اور روپیہ کا بھی کوئی سوال نہیں۔ کیونکہ جب آپ غریب ہوکر اخراجات سفر برداشت کرنیکے لیئے تیار ہیں۔ تو پھر کیوں آپکے مرید جو نواب اور راجے اور کروڑپتی ہیں۔ اخراجات سفر برداشت نہیں کرسکتے۔ اور اگر کسی طرح وہ لوگ اپنے آپکو اس امتحان میں ڈالنا پسند ہی نہیں کرتے اور اس بات کو قبول ہی نہیں کرتے تو ایک تجویز تو مَیں پہلے بتا چکا ہوں کہ آپ قادیان آکر مباہلہ کریں۔ پھر آپکی خواہش کے مطابق وفد نجران کی طرح کسی ایسی شرط کا مطالبہ نہ کیا جاویگا۔ جس کا مطالبہ وفد نجران سے نہیں ہوا۔ بلکہ آپکے لیئے کچھ اور بھی سہولتیں

بچاویں گی۔ جن کا ذکر میں اوپر کر آیا ہوں۔

دوسری تجویز میں اور بتاتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ میں لاہور بھی آنے کو تیار ہوں۔ بشرطیکہ آپ ایک ہزار آدمی ساتھ لانے کی بجائے مشہور علماء اور سجادہ نشینوں اور اپنے مریدوں میں سے دینی اور دنیاوی سربرآوردہ لوگوں کے دستخط کروا کے بھجوا دیں۔ جس میں وہ خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر اقرار کریں کہ اگر آپ ہلاک ہوجاویں۔ تو وہ اپنے عقاید سے توبہ کرکے احمدیت کو قبول کر لینگے۔

اسی طرح بجائے روپیہ جمع کرانے کے یہ تجویز بھی ہوسکتی ہے کہ آپ کا کوئی مالدار مرید جس بنک میں اسکا روپیہ ہو۔ اس کے نام ایک چک پانچ ہزار روپیہ کا لکھدے۔ اور وہ اس ثالث کے سپرد کر دیا جائے جس پر فریقین کا اتفاق ہو۔ تا کہ بصورت عذر وہ دوسرے فریق کے سپرد کر دے۔ میں بھی ایسا ہی کروں گا۔ مگر ساتھ ہی اس شخص کو باقاعدہ اقرار نامہ لکھکر دینا ہوگا۔ کہ تا فیصلہ وہ اس قدر روپیہ اس بنک سے نہ نکلوائیگا۔ اور نہ اس چک کے تڑوانے میں کوئی روک ڈالیگا۔

گو آپ قرار کر چکے ہیں مگر ان تجاویز کے ذریعہ سے میں آپکو ایک اور موقعہ دیتا ہوں تا کسی طرح حق و باطل کھل جاوے اگر آپکی بجائے کوئی اور شخص ہوتا جس کا اثر شکوک نہ ہوتا۔ اور جس سے مجھے یہ خوف نہ ہوتا۔ کہ وہ وقت پر سب کارروائی کو استہزاء کہکر ٹال دے۔ تو میں یہ دونوں شرائط بھی نہ لگاتا۔ مگر اب میں مجبور ہوں اگر علمائے دیوبند یا علمائے فرنگی محل مباہلہ کے لئے تیار ہوں تو میں بغیر ان دونوں شرطوں کے صرف ان کی تحریر پر ان سے مباہلہ کرنے کے لئے تیار ہوں مگر آپ کی تحریرات میں جو تلون پایا جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے مجھے آپ سے بغیر ان شرائط کے طے پانے کے مباہلہ کرنے سے عذر ہے اور مجھے امید ہے کہ حالات موجودہ کے ماتحت آپ بھی کم سے کم اپنے دل میں مجھے حق بجانب خیال فرماویں گے۔

خاکسار مرزا محمود احمد قادیان

۱۷ جنوری ۱۹۱۴ء

سالانہ جلسہ ۱۹۱۴ء پر بیعت کرنیوالوں کی بقیہ فہرست

خدا کے فضل و کرم کے ماتحت ہمارا سالانہ جلسہ جماعت احمدیہ کے لئے بہت سے فوائد کا موجب ہوتا ہے۔ وہاں حق کے بہت سے متلاشیوں اور صداقت کے دلدادہ لوگوں کے لئے ہدایت اور رشد کا موجب بھی ہوتا ہے اور ہر سال اس موقعہ پر بہت سے لوگ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوتے ہیں۔ اگرچہ گذشتہ سالوں میں سالانہ جلسہ پر احمدی ہونے والوں کی تعداد معلوم کرنیکا کوئی انتظام نہ کیا جاتا تھا لیکن اس سال جناب ماسٹر عبدالرحیم صاحب خادم ڈاک حضرت خلیفۃ المسیح ثانی۔ نے جہانتک کہ ان کی طاقت میں تھا نومبایعین کی فہرست مرتب کرنے کی کوشش فرمائی ہے جس کا بقیہ حصہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں اس سے ثابت ہوتا کہ قریباً چار سو افراد اس جلسہ پر داخل سلسلہ ہوئے ہیں گو اتنے بڑے ہجوم میں نومبایعین کی فہرست مرتب کرنا ایک بہت مشکل کام تھا اور ممکن ہے کہ کئی نام رہ گئے ہوں تاہم ماسٹر صاحب موصوف قابل تعریف ہیں۔ اتنے افراد کا سالانہ جلسہ پر بیعت کرنا بھی اس بات کی علامت ہے کہ امسال خدا کے فضل و کرم سے سالانہ جلسہ نہایت کامیاب ہوا ہے۔ الحمد للہ۔ (ایڈیٹر)

نمبر	نام		ضلع
۷۷	حسن محمد صاحب		ضلع گجرات
۷۸	قائم الدین	”	گورداسپور
۷۹	مہتاب الدین	”	”
۸۰	غلام حسین	”	”
۸۱	شیر محمد	”	ہوشیارپور
۸۲	غلام نبی	”	سیالکوٹ
۸۳	رفیق احمد	”	مرادآباد
۸۴	ذوالفقار علی	”	”
۸۵	مولا بخش	”	جہلم
۸۶	شادی	”	نابھہ
۸۷	میر حسین	”	گورداسپور
۸۸	علی محمد	”	جہلم
۸۹	علی محمد صاحب		ضلع جہلم
۹۰	قطب الدین	”	” ”
۹۱	عطا محمد	”	” ”
۹۲	بہاؤالحق	”	” ”
۹۳	حبیب ملک	”	کشمیر
۹۴	محمد حسن	”	گورداسپور
۹۵	حکیم محمد شفیق	”	” لاہور
۹۶	رحمت اللہ شاہ	”	مظفرنگر
۹۷	نانک	”	ہوشیارپور
۹۸	خدا بخش	”	” گجرات
۹۹	رکن الدین خان	”	گورداسپور
۱۰۰	دین محمد	”	”
۱۰۱	جان محمد	”	” امرتسر
۱۰۲	محمد الدین	”	” گجرات
۱۰۳	ناظر حسین	”	” امرتسر
۱۰۴	احمد الدین	”	” سیالکوٹ
۱۰۵	کالو	”	” امرتسر
۱۰۶	ولی محمد	”	” فیروزپور
۱۰۷	محمد بخش	”	” لائلپور
۱۰۸	فیض محمد	”	” گورداسپور
۱۰۹	عطا محمد	”	” ” ”
۱۱۰	علی محمد	”	” ” ”
۱۱۱	نواب الدین	”	” امرتسر
۱۱۲	رحمت علی	”	” زیرہ
۱۱۳	عبدالغنی	”	” فیروزپور
۱۱۴	شیخ محمد	”	” ”
۱۱۵	الہ بخش	”	” ”
۱۱۶	حسن	”	” ” ”
۱۱۷	برکت علی	”	” قصور
۱۱۸	ابراہیم ولد برکت علی	”	” ” ”
۱۱۹	احمد حسن	”	” گورداسپور
۱۲۰	سعد اللہ	”	” جہنگ
۱۲۱	چودھری بیٹے خان	”	معہ اہلیہ موضع [illegible] گورداسپور
۱۲۲	[illegible] محمد	”	” ” ” ” ”

نام	ضلع
۱۲۳ — [illegible] راجو صاحب	ضلع گورداسپور
۱۲۴ — ڈاکٹر فضل کریم //	// //
معہ دو بیویاں و پنج بچے //	// //
۱۲۵ — وزیر خانم صاحبہ	// //
۱۲۶ — سکینہ خانم //	// //
۱۲۷ — سکندر جان صاحب	
۱۲۸ — نفیس سلطان	
۱۲۹ — عبدالحمید ولد جعفر علی //	// دہلی
۱۳۰ — اقبال حسین //	//
۱۳۱ — تفضل حسین //	
۱۳۲ — شفیق زمانی بنت خضر حسین صاحب	// //
۱۳۳ — شیخ جمال الدین //	// //
۱۳۴ — فضل خان	// ڈیرہ غازیخان
۱۳۵ — سید محمد //	سیالکوٹ
۱۳۶ — عبداللطیف //	//
۱۳۷ — محمد بشیر //	//
۱۳۸ — محمد امین //	//
۱۳۹ — مہر علی //	گورداسپور
۱۴۰ — علی محمد //	سیالکوٹ
۱۴۱ — بدرالدین //	ملتان
۱۴۲ — حکم دین //	سیالکوٹ
۱۴۳ — میراں بخش //	// //
۱۴۴ — غلام محمد //	// //
۱۴۵ — جعفر //	// جموں
۱۴۶ — شیر محمد //	// سیالکوٹ
۱۴۷ — ابراہیم //	// //
۱۴۸ — عبدالغنی //	گورداسپور
۱۴۹ — علم الدین //	// //
۱۵۰ — مستری قائم دین //	// سیالکوٹ
۱۵۱ — فضل کریم //	// سرگودہ
۱۵۲ — فتح محمد //	// لائلپور
۱۵۳ — سلطان احمد //	// سیالکوٹ
۱۵۴ — نور نبی //	// امرتسر
۱۵۵ — سید زمان شاہ //	// جہلم
۱۵۶ — عبدالصمد صاحب	ضلع جہلم
۱۵۷ — نصیر اللہ //	// گوجرانوالہ
۱۵۸ — ڈاکٹر فضل احمد //	// ہوشیارپور
۱۵۹ — صوبہ //	// گوجرانوالہ
۱۶۰ — حیدر //	// گجرات
۱۶۱ — احمد الدین //	// //
۱۶۲ — حسن محمد //	// سیالکوٹ
۱۶۳ — حافظ گاموں //	// لدھیانہ
۱۶۴ — حسین // ناصر کے	
۱۶۵ — بوٹو //	// گورداسپور
۱۶۶ — عبدالکریم //	// //
۱۶۷ — محمد شریف //	// //
۱۶۸ — یوسف خان	// //
۱۶۹ — [illegible]	// //
۱۷۰ — رستم علی	// //
۱۷۱ — اسماعیل //	// //
۱۷۲ — سیف الرحمن //	// جالندھر
۱۷۳ — کریم بخش //	// ملتان
۱۷۴ — محمد عظیم //	// گورداسپور
۱۷۵ — الٰہ بخش //	// //
۱۷۶ — محمد علی //	// ملتان
۱۷۷ — جمال الدین //	// سیالکوٹ
۱۷۸ — اسمٰعیل //	// گوجرانوالہ
۱۷۹ — نواب الدین //	// //
۱۸۰ — امام الدین //	// //
۱۸۱ — دولت //	// //
۱۸۲ — رحیم بخش //	// //
۱۸۳ — الٰہ بخش //	// گورداسپور
۱۸۴ — سندر //	// //
۱۸۵ — غلام حسین //	// //
۱۸۶ — احمد //	سیالکوٹ
۱۸۷ — ابراہیم //	// //
۱۸۸ — الٰہ داد //	// //
۱۸۹ — فتح اللہ //	// //
۱۹۰ — علی احمد صاحب	ضلع سیالکوٹ
۱۹۱ — احمد الدین //	// //
۱۹۲ — محمد طفیل //	// //
۱۹۳ — غلام محمد //	// //
۱۹۴ — غلام حیدر //	// //
۱۹۵ — نظام الدین //	// //
۱۹۶ — عبدالرحمن //	// سیالکوٹ
۱۹۷ — حسین شاہ //	// شہر
۱۹۸ — شیر محمد //	// ہوشیارپور
۱۹۹ — الٰہ بخش //	// گورداسپور
۲۰۰ — نتھو //	// //
۲۰۱ — محمد امین //	// گجرات
۲۰۲ — حبیب احمد //	// سیالکوٹ شہر
۲۰۳ — غلام محمد //	// گورداسپور
۲۰۴ — علم الدین //	// سیالکوٹ
۲۰۵ — نواب الدین //	// //
۲۰۶ — اسیر	// ہوشیارپور
۲۰۷ — محمد بخش //	// گورداسپور
۲۰۸ — محمد الدین //	// فیروزپور
۲۰۹ — غلام رسول //	کشمیر
۲۱۰ — قطب الدین //	// گجرات
۲۱۱ — سید محمد شاہ //	// //
۲۱۲ — کریم بخش //	// ہوشیارپور
۲۱۳ — غلام دین //	// گورداسپور
۲۱۴ — نور محمد //	// //
۲۱۵ — سردار خان //	// سیالکوٹ
۲۱۶ — پیر اندتہ //	// //
۲۱۷ — نواب الدین //	// گورداسپور
۲۱۸ — اللہ دتہ //	// سیالکوٹ
۲۱۹ — سردار خان //	// //
۲۲۰ — علی گوہر //	// گورداسپور
۲۲۱ — عبدالحکیم //	// سیالکوٹ
۲۲۲ — شہاب الدین //	// گورداسپور
۲۲۳ — کرم دین //	// //

باقی آئندہ

باہتمام شیخ محمد الرحمن صاحب قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام میں چھپکر [illegible]